معاشی آزادی:

جس طرح ریاست کا ایک عام فرد اپنے معاشی معاملات میں آزاد ہوا کرتا ہے۔ایسے ہی اقلیات سے وابستہ افراد اپنے تمام معاشی معاملات میں ہر طرح سے آزاد ہیں۔انہیں ہر وہ آزادی حاصل ہے جو ریاست کے کسی عام مسلم باشندے کو حاصل ہے اور ہر وہ چیز ان کے لیے ممنوع ہے جو عام مسلمانوں کے لیے ممنوع ہے ماسوائے اس کے کہ وہ مسلم معاشرے سے بالکل الگ تھلگ ہو کر رہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہلِ نجران سے معاہدہ کیا تو جہاں انہیں بہت سی رخصتیں عطا کیں وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بھی کہا کہ:''اما ان تذروا الربا واما ان تاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ''۔(۴۹)(یا تو سود سے باز آجاؤ یا پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّ اَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَ اَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ... (النساء:۱۶۱)

''اور اس سبب سے بھی کہ باوجود منع کیے جانے کے سود لیتے تھے اور اس سبب سے بھی کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔''

ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:''فسویٰ بینھم وبین المسلمین فی المنع من الربا''. (سود کی ممانعت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان اور غیر مسلمان کا امتیاز نہیں رکھا اس آیت میں۔)(۵۰)

مذکورہ آیت کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ہر وہ لین دین جو اپنے اجتماعی منفی اثرات کی وجہ سے اسلام میں ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ اقلیات کے لیے بھی ممنوع ہے۔اگر اسے جائز قرار دے دیا جائے تو اس کے اجتماعی طور پر اتنے زیادہ منفی اثرات مرتب ہوں گے جن کا تدارک کسی طور پر بھی ممکن نہ ہو پائے گا۔

ریاستی ملازمتوں میں اقلیتوں کا حصہ:

ریاستی ملازمتوں میں ان مناصب کو چھوڑ کر جو انتہائی حساس اور اہم ہیں ہر ملازمت میں اقلیتوں کے لوگ برابر کے حقدار ہیں۔ریاست اس حوالے سے کسی قسم کے امتیاز کرنے کی مجاز نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ لَا یَاۡلُوۡنَكُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ ۚ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۚ وَمَا تُخۡفِیۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ ؕ قَدۡ بَیَّنَّا لَكُمُ الۡاٰیٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (آل عمران:۱۱۸)

''اے ایمان والو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا راز دار نہ بنانا یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمہیں

تکلیف پہنچے۔ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے۔اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں۔'' (اِن آیات کا تعلق عام غیر مسلم رعایا سے نہیں ہے۔یہ چند مخصوص غیر مسلموں سے متعلق ہے، مدیر)

حساس اور اہم مناصب کے متعلق مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:

ان سے مراد ایسے مناصب ہیں جو اسلام کے اصولی نظام میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ان مناصب کی فہرست کافی غوروخوض کے بعد ماہرین کی ایک جماعت بنا سکتی ہے۔ہم ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن خدمات کا تعلق پالیسیوں کی تشکیل اور محکموں کی رہنمائی سے ہے وہ سب کلیدی اہمیت رکھنے والی خدمات ہیں۔اور ایک اصولی نظام میں ایسی خدمات صرف انہی لوگوں کو دی جا سکتی ہے جو اس کے اصولوں پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ان خدمات کو مستثنیٰ کرنیکے بعد باقی نظم ونسق میں بڑے سے بڑے عہدوں پر اہلِ ذمہ اپنی اہلیت کے لحاظ سے مقرر کیے جا سکتے ہیں۔مثلاً کوئی چیز ان میں سے کسی شخص کے اکاؤنٹنٹ جنرل یا چیف انجینئر یا پوسٹ ماسٹر جنرل بنائے جانے میں مانع نہیں ہے۔(۵۱)

مسلمانوں کی اس حوالے سے رواداری کے متعلق ڈاکٹر یوسف قرضاوی رقم طراز ہیں: مسلمان جس حد تک روادار تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فقہا (مثلاً ماوردی کی الاحکام السلطانیہ میں تصریح) کے مطابق ایک ذمی کو وزارت تنفیذ تک دی جا سکتی ہے۔وزیرِ تنفیذ حاکم کے حکم کو متعلقہ افراد تک پہنچا کر انہیں عملی جامہ پہنا تا اور انہیں نافذ کرتا تھا۔اس کے برخلاف وزارتِ تفویض ایک ایسا شعبہ تھا جس میں حاکم سیاسی، اداری اور معاشی امور وزیر کے سپرد کر دیتا تھا تاکہ وہ انہیں اپنی رائے کے مطابق چلائے۔عباسیوں کے زمانے میں بعض عیسائی متعدد بار عہدہ وزارت پر براجمان ہوئے۔مثلاً نصر بن ہارون ۳۶۹ھ اور عیسیٰ بن نسطورس ۳۸۰ھ میں وزیر بنے۔اس سے پہلے معاویہ بن ابی سفیان کا ایک عیسائی کاتب تھا جس کا نام سرجون تھا''۔(۵۲)

کمزوروں کی کفالت:

اسلامی ریاست کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اقلیتوں کے کمزور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے خاطر خواہ اقدامات کرے۔وہ ریاست کے باشندے ہونے کے ناطے اس کے اتنے ہی حق دار ہیں جتنا کوئی اور باشندہ۔اگر ریاست ان کی جان و مال کی توانائی سے ان کے اچھے دنوں میں فائدہ حاصل کر سکتی ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے دورِ بدحالی میں ان کے ساتھ تعاون کرے۔ارشاد نبویؐ ہے:

من لایرحم الناس لایرحمه الله(۵۳)

''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔''

مذکورہ حدیث کی شرح میں ابن بطال فرماتے ہیں: ان احادیث میں خلق خدا پر رحم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چاہے وہ مسلمان ہو، کافر ہو یا حیوان ہو۔ضروری ہے کہ ان کے ساتھ نرمی برتی جائے۔اس نرمی ورحم کے سبب اللہ گناہوں کو معاف اور غلطیوں کو مٹاتا ہے۔ ہر مومن عاقل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس نیکی میں اپنا زیادہ سے زیادہ حصہ ڈالے اور ہم جنس انسانوں سے اچھے رحم دلانہ سلوک سے پیش آئے۔یقیناً جو اس کے ماتحت ہے قیامت کے دن اس کی بابت اس سے ضرور پوچھا جائے گا۔(۵۴)

اسلام عام صدقات وزکوٰۃ کے مصرف کے حوالے سے کسی قسم کی قید عائد نہیں کرتا۔ ہر شخص جو اس علاقے کا مکین اور بے حال ہے وہ اس کا مستحق ہے۔صدقہ فطر کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

زكاة الفطر طهرة للصيام من اللغو والرفث وطعمة للمساكين مساكين اهل كتاب(۵۵)

حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ ایک بار مدینہ کے داخلی دروازے سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک نابینا بوڑھا شخص بھیک مانگ رہا ہے۔آپؓ نے اسے اپنی طرف متوجہ کر کے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہنے لگا میں یہودی ہوں۔ پھر آپؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ حلیہ کیسا ہے تمہارا؟ کہنے لگا کہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا ہوں اپنا جزیہ ادا کرنے، اخراجات پورے کرنے اور بڑھاپے کی وجہ سے۔آپؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے آئے اور اسے بہت سارا سامان دیا پھر بیت المال کے خازن کے نام لکھا کہ یہ اور اس کی طرح کے جتنے لوگ ہیں سب کا خیال رکھو۔ یہ انصاف نہیں کہ حکومت ان کی جوانی سے تو فائدہ اٹھائے لیکن بڑھاپے میں انہیں ذلیل کرے۔ پھر آپؓ نے یہ آیت تلاوت کی:

> ''یقیناً صدقات تو فقراء ومساکین کے لیے ہیں''۔ پھر فرمایا کہ فقراء تو مسلمانوں سے ہیں لیکن مساکین اہل کتاب سے ہیں۔پھر آپؓ نے ان جیسے محتاج لوگوں سے جزیہ ساقط فرما دیا۔(۵۶)

اسی طرح ایک مرتبہ شام کے علاقے جابیہ سے واپسی پر آپؓ کا گزر جذام میں مبتلا کچھ عیسائیوں کے پاس سے ہوا۔جب آپؓ نے ان کی یہ تکلیف دہ حالت دیکھی تو صدقات سے ان کی مدد کرنے اور ان کی خوراک کا مستقل بندوبست کرنے کا حکم جاری فرما دیا۔(۵۷)

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے یہ مستقل حکم دے دیا تھا کہ:''**من لم يطق منهم فخففوا عنه، ومن عجز فاعينوه**''(۵۸) (جو طاقت نہیں رکھتا اسے تخفیف دی جائے اور جو عاجز آجائے اس کی مدد کی جائے۔)

خالد بن ولیدؓ نے اہل حیرہ سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ درج تھا کہ ''میں نے ان سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ ان کا کوئی بھی شخص جو بزرگی کی وجہ سے کام سے عاجز آگیا ہو، یا جسے کسی آفت نے آن لیا ہو یا وہ شخص جو مالدار ہونے کے بعد فقیر ہو گیا ہو اور اس کے اہلِ مذہب اس کے ساتھ تعاون نہ کرتے ہوں، ان میں سے کسی صورت میں بھی اس شخص پر سے جزیہ

ساقط اور بیت المال سے اس کی کفالت کی جائے گی (۵۹)۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے حاکم عدی بن ارطاۃ کو لکھا تھا کہ:
''تم اپنے قرب و جوار کے معاہدین کے لیے جو بوڑھے ہوگئے ہیں یا کمزور ہیں، بیت المال سے مشاہرہ جاری کردو تا کہ وہ معتدل زندگی گزار سکے۔ (۶۰)

مذکورہ آثار و اقوال سے پتا چلتا ہے کہ اہلِ ذمہ ان تمام رعایات اور آسانیوں کے مستحق ہیں جن کا کوئی بھی اسلامی ریاست کا فرد مستحق ہوسکتا ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) القریشی الدمشقی، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج۱ص۷۰۳ (طبعۃ دوم) ریاض، دار طیبۃ للنشر والتوزیع ۱۹۹۹، تحقیق: سامی بن محمد سلامۃ

(۲) القرطبی، ابوعبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، ج۸ص۱۲۴، (طبعہ اوّل) ریاض، دار عالم الکتب ۲۰۰۳

(۳) القرضاوی، یوسف، غیر المسلمین فی المجتمع الاسلامی، ص۴۹، (طبعہ سوم) قاہرہ، مکتبہ وہبۃ ۱۴۱۳/۱۹۹۲

(۴) ابن سلام، ابوعبید قاسم، کتاب الاموال، ص۲۸۷، (طبع اوّل) سعودیہ، دار الفضیلہ للنشر والتوازیع ۲۰۰۴

(۵) الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، ابوالقاسم، المعجم الکبیر، حدیث نمبر (۱۴۸۱)، (طبع دوم) موصل، عراق، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴/۱۹۸۳ تحقیق: حمدي بن عبدالمجید السلفي

(۶) الدمشقی علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ابوالقاسم ابن عساکر، تاریخ دمشق، ج۹ص۶۷ (نسخۃ المکتبۃ الشاملۃ)

(۷) بخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ الجامع الصحیح ...، ج۲ص۹۴، (طبع اول)، بیروت، دار طوق النجاۃ ۱۴۲۲

(۸) بخاری، ج۲ص۸۵　(۹) بخاری، ج۳ص۱۶۴　(۱۰) صحیح بخاری، ج۲ص۱۰۴

(۱۱) السجستاني، ابوداود سلیمان بن الاشعث، سنن، ج۴ص۵۰۳، (طبع اول)، بیروت، دار الکتاب العربی

(۱۲) الظاھری، ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی، المحلی، ج۵ص۱۱۲ (طبعۃ اول)، بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع ۱۴۱۸

(۱۳) الراافی المالکی، ابوالعباس، الفروق، ج۳ص۳۰ (طبع اوّل)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸

(۱۴) ترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، جامع، ج۴ص۲۰، (طبع دوم)، بیروت، دار احیاء التراث العربی

(۱۵) ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، ج۵ص۴۰۸، (طبع اول)، ریاض، مکتبۃ الرشد ۱۴۰۹، تحقیق کمال یوسف الحوت

(۱۶) الطبری، محمد بن جریر ابوجعفر، تاریخ الامم والملوک، ج۳ص۳۶۲ (طبعۃ اول) بیروت، دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۷

(۱۷) یعقوب بن ابراہیم، ابویوسف، کتاب الخراج، ص۱۸۷، (طبعۃ اول) بیروت، دار المعرفۃ للنشر والتوزیع ۱۳۹۹

(۱۸) الصنعانی ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام، ج۱۰ص۱۰۱، (طبع دوم) بیروت، المکتب الاسلامی ۱۴۰۳، تحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی

(۱۹) مودودی، مولانا ابوالاعلی، اسلامی ریاست میں ذمیوں کے حقوق، ص۱۳ (اشاعت چہارم) لاہور، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۱۹۲۲

(۲۰) صحیح بخاری، ج۱ص۳۳　(۲۱) قرضاوی، ص۳۱۔۴۱

(۲۲) الشافعی، محمد بن ادریس ابوعبداللہ مسند الشافعی، ص۳۴۴، (طبع اول) بیروت، دار الکتب العلمیہ

(۲۳) قاسم بن سلام، ۱/ ۳۹۲ (۲۴) نفس مصدر، ۱/ ۲۵۸ (۲۵) قاسم بن سلام، ۱/ ۲۵۵

(۲۶) صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۰۵ (۲۷) صحیح بخاری، ج ۹، ص ۶۴ (۲۸) صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۷۵

(۲۹) الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، مناقب عمر بن الخطاب، ص ۹۷ (طبعہ اوّل) اسکندریہ، مصر، دار ابن خلدون ۱۹۹۶

(۳۰) البصری، محمد بن سعد ابو عبداللہ، الطبقات الکبری ج ۳، ص ۳۰۵، (طبعۃ اول) بیروت، دار صادر، تحقیق: احسان عباس، ۱۹۶۸

(۳۱) الحرانی، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ، مجموع الفتاوی، ج ۲۸، ص ۱۴۶، (طبعۃ سوم) ریاض، دار الوفاء، ۲۰۰۵، تحقیق: انور الباز- عامر الجزار (۳۲) ابن کثیر ج ۱، ص ۶۸۲

(۳۳) الدارقطنی علی بن عمر ابوالحسن، سنن، ج ۱، ص ۳۲، (طبع اول) بیروت، دار المعرفۃ، تحقیق السید عبداللہ ھاشم الیمانی المدنی، ۱۹۶۶

(۳۴) ابن حزم، ج ۱۱، ص ۱۹۶ (۳۵) ابن سعد ج ۱، ص ۳۶۶ (۳۶) الطبری ج ۲، ص ۴۴۹

(۳۷) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر ومن عاصرھم من ذوی السلطان الاکبر، ج ۲، ص ۲۶۶، (طبع اوّل) بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر ۲۰۰۱، تحقیق: استاذ خلیل شحادۃ- سھیل زکار

(۳۸) ابو یوسف، ص ۱۵۰ (۳۹) نفس مصدر، ص ۱۶۳

(۴۰) القرطبی، ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبداللہ، التمہید، ج ۱۴، ص ۳۹۲، (طبع اوّل)، قاہرہ، موسسۃ القرطبۃ ۱۹۸۶

(۴۱) لوبون، گوستاف، حضارۃ العرب، ص ۱۲۸، (طبع اوّل) مصر، الھیئۃ الصریۃ العامۃ، ۱۹۶۹ ترجمہ عادل زعیتر

(۴۲) آرنلڈ، تھوماس، الدعوۃ الی الاسلام، ص ۶۵ (طبعہ سوم) مصر، مکتبہ النہضۃ المصریۃ ۱۹۲۰

(۴۳) ابو یوسف، ص ۱۴۴ (۴۴) سنن ابی داؤد، ج ۴، ص ۲۶۲

(۴۵) ابن القوطیۃ، تاریخ افتتاح الاندلس، ص ۳۱، (طبعہ اول) قاہرہ، دار الکتاب المصری ۱۹۸۹

(۴۶) الماوردی، ابوالحسن، الاحکام السلطانیہ، ص ۸۹، (طبعہ اول) الکویت، مکتبہ دار ابن قتیبہ ۱۹۸۹

(۴۷) الکندی، ابوعمر محمد بن یوسف، کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ، ص ۳۵۱/ ۳۹۰۔۲۹۱، (طبعہ اول) بیروت، مطبعہ الآباء الیسوعیین ۱۹۰۸

(۴۸) قرضاوی، ص ۱۳

(۴۹) ابن زنجویہ، کتاب الاموال، ج ۱، ص ۴۲۳، ریاض، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیہ، تحقیق زیب الفیاض

(۵۰) الجصاص، ابوبکر، احکام القرآن، ج ۴، ص ۸۹، بیروت، دار احیاء التراث العربی ۱۴۰۵

(۵۱) ایضاً، مودودی، ص ۳۴۔۳۵ (۵۲) ایضاً، قرضاوی، ص ۴۲

(۵۳) جامع الترمذی، ابواب الزھد، باب ماجآء فی الریاء والسمعۃ وحدیث نمبر ۲۵۵۶

(۵۴) ابن بطال، شرح صحیح البخاری، ج ۶، ص ۲۱۹، (طبعہ دوم) سعودیہ، مکتبہ الرشید ۲۰۰۳

(۵۵) قرطبی، ج ۸، ص ۱۲۴ (۵۶) ابو یوسف، ص ۹۳

(۵۷) البلاذری، ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، ج ۱، ص ۱۵۳، (طبعۃ اول) بیروت، مؤسسۃ المعارف للطباعۃ والنشر ۱۹۸۷

(۵۸) ابن عساکر، ج ۲، ص ۱۸۳ (۵۹) ابو یوسف، ص ۱۵۷۔۱۵۸ (۶۰) قاسم بن سلام، ص ۲۰۳

حضرت ابوبکرؓ کا اجتہاد واحیائے دین

فرزانہ جبیں*

صوفیہ فرناز**

ABSTRACT:

Hazrat Abu Bakar Siddique (R.A.) was not only the first male to embrace the call of Prophet to Islam, close companion and the first Pious Caliph but also a Mujahid and revivalist. When he assumed the responsibility of Islamic State as Caliph, many crises were threatening the nascent Caliphate (Khilafat-e-Islamia) but by virtue of his dynamic leadership and Ijtihad he overcame all such crises.

حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ساتھ ہی باطل قوتوں سے برسرِ پیکار ہوئے اور اپنے اجتہاد سے احیائے دین کے فرائض نہایت دیانتداری اور ذمہ داری سے ادا کیے۔

رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد امتِ مسلمہ جس ذہنی اور فکری انتشار کا شکار تھی۔ ایسے نازک وقت میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کی ذات تھی جس نے نہ صرف اس اضطراب پر قابو پایا بلکہ خلافت اسلامیہ کو مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ شاہ ولی اللہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو مشکل پیش آئی

> ''صدیق اکبر نے اس کو حل کر کے مسلمانوں کو حیرت و تردد سے رہا کیا۔ ایسی باتیں بار بار واقع ہوئیں۔ یہاں تک کہ صدیق اکبر کو علم میں اور اپنی رعیت کی تربیت میں، تربیت انبیاء کے طریق پر سب سے آگے ہونا روشن ہو گیا اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہا''۔(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ

> ''رسول اللہ کی وفات کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے تھے جہاں اگر اللہ نے ابوبکرؓ کی ذات میں ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے مگر اللہ نے ابوبکرؓ کو ان سے جنگ کرنے کی ہمت عطا فرمائی اور خدا کی قسم وہ ان سے رسوا کرنے والے طریقے یا جلاوطن کرنے والی آگ کے

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی　برقی پتا: farzana03@coolgoose.com

** ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی　برقی پتا: farzana03@coolgoose.com

تاریخِ موصولہ: ۸ مئی ۲۰۱۲ء

سوا کسی طرح کی صلح پر راضی نہ ہوئے رسوا کرنے والا طریقہ یہ ہے کہ وہ مان لیں کہ ان میں سے جو مارا جائے گا وہ جہنم میں جائے گا اور ہمارے اموال جو انہوں نے لیے ہیں ہمیں واپس کر دیے جائیں گے۔اور جلا وطن کرنے والی جنگ یہ ہے کہ انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا جائے۔'' (۲)

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی صورتحال کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد میرے والد پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جو اگر جبال الراسیات پر بھی نازل ہوتی تو اسے پاش پاش کر دیتی۔ایک طرف مدینہ میں نفاق نے سر اٹھایا اور دوسری طرف عرب مرتد ہونے لگے۔پس خدا کی قسم ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس میں مرتدوں نے اختلاف نہ کیا ہو اور میرے والد نے اس میں اسلام کے فوائد و مصالح پوری طرح محفوظ نہ رکھے ہوں''۔(۳)

حضرت ابو بکرؓ صدیق کا مقام:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی شخصیت وہ شخصیت ہے جو زمانہ جاہلیت میں بھی قابل احترام تھی اور زمانہ اسلام میں بھی۔زبیر بن بکار کا قول ہے کہ:

''ابو بکرؓ قریش کے ان دس آدمیوں میں سے ایک تھے جن کا شرفِ جاہلیت شرف اسلام سے متصل ہو گیا۔'' (۴)

قریش میں حضرت ابو بکرؓ کا مرتبہ بہت اونچا تھا۔وہ بہت دولت مند آدمی تھے۔بہت خوش اخلاق تھے اور قریشی سرداروں میں نہایت اچھی رائے دینے والے تھے۔اپنے زمانے میں بے انتہاء پاک دامن اور نیک فطرت انسان تھے۔وہ نہایت شریف اور سخی تھے اور روپیہ پیسہ فیاضی کے ساتھ خرچ کرتے تھے۔اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھے۔ان کی مجلسیں بہت پسند کی جاتی تھیں۔اپنے زمانے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ خواب کی تعبیر دینے میں سب سے زیادہ مشہور اور ماہر تھے۔(۵)

حضرت ابو بکرؓ کا نام عبداللہ اور ان کے والد ابو قحافہ کا حقیقی نام عثمان تھا۔زمانہ جاہلیت میں حضرت ابو بکرؓ کا نام عبدالکعبہ تھا رسول اللہؐ نے عبداللہ رکھ دیا۔ان کے حسن و جمال کی وجہ سے رسول اللہ نے انہیں عتیق کا لقب دیا۔یہ بھی روایت ہے کہ عتیق کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان سے جناب رسول اللہ نے فرمایا تم آتشِ دوزخ سے آزاد ہو''انت عتیق من النار۔انہیں صدیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے واقعہ معراج کی تصدیق کی (۶) ماہر انساب کا قول ہے کہ انہیں عتیق کا خطاب اس لیے دیا گیا کہ ان کے نسب میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے ان پر کوئی عیب لگایا جائے''۔(۷)

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ ان کا لقب ''ابو بکر'' پڑنے کی وجہ شاید یہ تھی کہ وہ اچھی صفات میں یکتا و تنہا تھے۔(کیونکہ بکر کے معنی عمدگی اور یکتائی کے ہیں)(۸)

بعض دوسرے راوی کہتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے ابو بکرؓ اسلام لائے۔شعبی سے روایت ہے کہ

''جب تم کسی قابل شخص کا تپاک سے ذکر کرو تو ضرور ابوبکرؓ کے کارناموں کی وجہ سے انہیں یاد کرنا، نبی کے بعد وہ تمام خلقت میں سب سے زیادہ ڈرنے والے عادل اور اپنے فرائض کما حقہ انجام دینے والے تھے۔ وہ دوسرے پیروکار تھے جن کی حاضری لائق مدح ٹھہری، اور وہ پہلے آدمی تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی''۔(۹)

ابوبکر اپنی قوم میں مقبول و محبوب تھے۔ نرم مزاج تھے قریش میں سب سے زیادہ عالی النسب تھے۔ اور نسب قریش کی برائی، بھلائی سے سب سے زیادہ واقف تھے۔ تجارت کرتے تھے، با اخلاق اور مشہور آدمی تھے۔ ان کی تمام قوم والے ان کے علم، تجارت اور حسن صحت کی وجہ سے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ اور ان سے الفت رکھتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے اپنی قوم والوں کو جن پر ان کو بھروسہ تھا اور جو آپ کے پاس آ کر شریک مجلس ہوتے تھے۔ اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔(۱۰)

حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت میں سے ایک یہ ہے کہ بعثت کے شروع میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اور اسلام میں آپ نے سب پر سبقت کی تھی۔ علمائے سیرت اس میں اختلاف رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام حضرت ابوبکرؓ لائے حضرت علیؓ یا حضرت خدیجہؓ اور ہر جانب سے دلائل قائم کیے گئے اور سب کا اتفاق اس پر ہو گیا کہ احرار بالغین میں سے کسی نے حضرت ابوبکرؓ پر سبقت نہیں کی اور ان سے پہلے کسی نے اپنے دین کا اظہار قریش پر نہیں کیا شاہ ولی اللہ کے مطابق صدیق اکبر کے اولیت اسلام کو اس وجہ سے محاسن میں شمار کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اسلام پر ابھارنے والی ہوئی اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی کشش پیدا کرنے والی ہوئی۔ اور بحکم **الدّالُّ علی الخیر کفاعله** (خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل کرنے والے کی مانند ہے) ان تمام لوگوں کا اجر جو اس کے بعد اسلام میں داخل ہونے والے ہیں، اس کے نامۂ اعمال لکھا جائے گا اور یہ بات بجز ایسے شخص کے جو آزاد ہو، بالغ ہو لوگوں میں مشہور اور ذی اثر ہو کہ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہوں کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرے اور پوری کوشش کے ساتھ لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر آمادہ کرے۔ کسی دوسرے کو میسر نہیں ہو سکتی۔ تو اولیت حضرت صدیقؓ کے مناقب خاصہ میں سے ہے۔(۱۱)

قاضی محمد سلیمان، حضرت ابوبکرؓ کے مرتبہ اور مقام کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''روایات یہ ہیں کہ رجال میں سب سے پہلے یہی اسلام لائے تھے۔ ان کے ذریعہ سے جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ان میں کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ یہی وہ معتبر شخصیت ہیں جنہوں نے مکہ میں سب سے پہلی مسجد تعمیر کی۔ جب کفار مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے مال سے حضرت بلالؓ و عامر بن فہیرہؓ جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کرایا تھا۔ یہی شب ہجرت کو نبی کے ساتھ غار ثور میں تھے انہی کا ذکر قرآن

مجید میں فرمایا گیا ہے۔انہی کو نبیؐ نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال امیر الحج مقرر فرمایا تھا۔اور انہی کو نبی نے غزوہ تبوک میں جبکہ سب سے زیادہ فوج کا اجتماع ہوا نشان اعلیٰ عطا فرمایا تھا۔انہی کو نبیؐ نے اپنے سامنے (مرض الموت میں) اپنی جگہ امام نماز مقرر کیا تھا۔یہی سب سے پہلے رسول اللہ کے خلیفہ ہوئے اور صرف انہی کو خلیفہ رسول کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔(۱۲)

ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں مجھ کو روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ نے آپ سے کہا کہ تم جو ایسے ضعیف اور کمزور غلام خرید کر آزاد کرتے ہو اگر پرزور اور قوی ہیکل آزاد کرو تو بہتر ہے۔جن سے وقت بے وقت امید ہو سکتی ہے کہ تمہارا ساتھ دیں اور دشمنوں سے تم کو بچائیں۔حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا:''میں یہ کام خدا کے واسطے کرتا ہوں نہ کہ کسی نفع کے خیال سے۔راوی کہتے ہیں کہ سورۂ لیل کی آیات ۱۳ اور ۱۴، حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہیں (۱۳) جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پس میں نے تم کو خبر دار کر دیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ سے۔اس میں نہیں جھلسے گا مگر وہ انتہائی بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔اور اس سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیز گار جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔اس پر کسی کا احسان نہیں ہے۔اس کا بدلہ اسے دینا ہو۔وہ تو صرف اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے کام کرتا ہے۔اور وہ ضرور (اس سے) خوش ہوگا''۔

ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

''اس پرہیز گار آدمی کے خلوص کو مزید توضیح یہ ہے کہ وہ اپنا مال جن لوگوں پر صرف کرتا ہے ان کا کوئی احسان پہلے سے اس پر نہ تھا کہ وہ اس کا بدلہ چکانے کے لیے یا آئندہ ان سے مزید فائدہ اٹھانے کے لیے ان کو بدلے اور تحفے دے رہا ہو۔اور ان کی دعوتیں کر رہا ہو۔بلکہ وہ اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے ایسے لوگوں کی مدد کر رہا ہے جن کا نہ پہلے اس پر کوئی احسان تھا نہ آئندہ ان سے وہ کسی احسان کی توقع رکھتا ہے اس کی بہترین مثال حضرت ابوبکرؓ کا یہ فعل ہے کہ مکہ معظّمہ میں جن بے کس غلاموں اور لونڈیوں نے اسلام قبول کیا تھا اور اس قصور میں جن کے مالک ان پر بے تحاشہ ظلم توڑ رہے تھے ان کو خرید خرید کر وہ آزاد کر دیتے تھے تاکہ وہ ان کے ظلم سے بچ جائیں''۔(۱۴)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ''جس شخص کو بھی میں نے اسلام کی طرف بلایا۔اس کو ابتداء میں تردد ہوا سوائے ابوبکرؓ بن قحافہ کے کہ جس وقت میں نے ان سے اسلام کا ذکر کیا ان کو کچھ تردد نہ ہوا اور فوراً قبول کر لیا''۔(۱۵)

شیخ علی ہجویری، کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ:

اسلام اور مسلمانوں پر حضرت ابوبکرؓ کے جتنے احسانات ہیں وہ اپنی قدر و قیمت کے اعتبار سے سب پر بھاری ہیں۔
آپؓ کے مقام اور مرتبے کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ نے ان کے بارے میں حضرت عمرؓ سے فرمایا:

''اے عمرؓ، تو ابوبکرؓ کی تمام نیکیوں میں سے ایک نیکی کے مرتبے پر ہے''۔(۱۶)

حضرت ابوبکرؓ، رسول اللہ کے مزاج آشنا اور فہم قرآن کا عمیق ادراک رکھتے تھے آپ صاحب علم تھے اور رسول اللہ کے تمام اصحاب پر علمی برتری رکھتے تھے۔ ابوسعید الخذری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ سنایا کہ اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تو اس بندے نے جو اللہ کے پاس تھا اسے اختیار کر لیا۔ ابو بکرؓ رونے لگے۔ میں نے دل میں کہا کہ کیا اس شیخ کو یہ بات رلاتی ہے کہ رسول اللہ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ ایک بندے کو اختیار دیا گیا ہے۔ ابوبکر ہم سب سے زیادہ اسے جانتے تھے کہ رسول اللہ کے وصال کا وقت قریب آچکا ہے۔(۱۷)

صدیق اکبرؓ کے اجتہادی کارنامے:

حضرت ابوبکرؓ کی ذات تعلیمات نبوی کا عملی نمونہ تھی۔ ان کا دل غیر اللہ کی محبت سے کلی طور پر منقطع اور شرک کے ہر شائبہ سے پاک ہو چکا تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب رسول اللہ کی وفات سے تمام صحابہ بے حال ہو رہے تھے بلکہ ان کا ذہنی توازن اس درجہ متزلزل ہو رہا تھا کہ حضرت عمرؓ تک کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے اعلان فرما رہے تھے کہ جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور وصال نبویؐ کی تصدیق کے بعد با آواز بلند فرمایا:

''سن لو کہ جو شخص محمدؐ کی بندگی کرتا تھا وہ جان لے کر محمد وفات پا گئے ہیں اور جو شخص اللہ کی بندگی کرتا ہے اس کے لیے خوشخبری ہے کہ وہ اللہ بدستور زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا''۔

اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ترجمہ:

''محمدؐ بھی (اللہ کے دیگر رسولوں کی طرح) اللہ کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا مار ڈالے جائیں تو تم پیٹھ موڑ کر بھاگ جاؤ گے۔'' (۱۸)

اس عظیم حادثہ کے وقت حضرت ابوبکرؓ نے نہ تو گریہ وزاری جائز سمجھی نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت واقع ہونے میں آپ نے کسی قسم کے شک کا اظہار کیا اس کے برخلاف آپ نے مومنین صادقین کو اللہ کا یہ قول یاد دلایا کہ نبی اعظم کو بھی موت سے مفر نہ ہوگا انہیں شک اور گریہ وزاری کی منزل سے باہر نکالا اور ان میں جرأت اور حقائق کو قبول کرنے کی قوت پیدا کر دی(۱۹) مزید یہ کہ آپ نے ابتدائی مرحلے پر ہی شخصیت پرستی کی ممانعت فرما دی۔

صدیق اکبر کی فراست و بصیرت کا دوسرا امتحان تدفین رسول کا مرحلہ تھا۔ صحابہؓ کرام کا اختلاف مقام تدفین کے تعین کے سلسلے میں تھا۔ بعض کہتے تھے مسجد مبارک میں دفن کیے جائیں اور بعض کا خیال تھا کہ دیگر صحابہ کے ساتھ قبرستان میں

آپؐ کی تدفین عمل میں لائی جائے۔ایسے نازک وقت حضرت ابوبکرؓ کا ہی کام تھا کہ انہوں نے نہایت استقلال اور دانائی کے ساتھ رسول اللہ کی وصیت کے مطابق تجہیز وتکفین پر بنو ہاشم کو متعین کیا(۲۰) آپؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کسی نبی کی روح نہیں قبض کی گئی۔مگر وہ وہیں دفن کیا گیا جہاں پر اس کی روح قبض کی گئی ہے۔لوگوں نے یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرش کو (جس پر آپؐ کا انتقال ہوا تھا) اٹھا دیا اور اسی جگہ پر قبر کھودی گئی اس کے بعد مختلف گروہوں کی صورت میں نماز جنازہ ہوئی اور کوئی کسی کی امامت نہیں کرتا تھا۔(۲۱)

رسول اللہ کی وفات کے ساتھ ہی رونما ہونے والا سب سے اہم سیاسی مسئلہ آپؐ کی سیاسی جانشینی و نیابت کا تھا جس کو اگر فوری طور پر حل نہ کیا جاتا تو امت مسلمہ نہ صرف گروہی اختلافات کا شکار ہو جاتی بلکہ دین کی مستحکم بنیادیں بھی متزلزل ہو جاتیں۔جیسا کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے واضح کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''راویوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ انصار نے جب آنحضرت کی وفات کی خبر سنی اور ساتھ ہی ابوبکرؓ کی تقریر بھی جس میں آپ نے قرآن کریم کی یہ آیات تلاوت فرمائی تھیں کہ ''محض محمد کو پوجنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد تو وفات پا چکے ہیں۔لیکن جو اللہ کو پوجتا ہے اسے جاننا چاہیے کہ اللہ قائم اور زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آسکتی''(۲۲)۔ چنانچہ اس تقریر سے آنحضرتؐ کی وفات سے شک میں مبتلا ہونے والوں پر بات واضح ہوگئی۔لہٰذا انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں اکھٹے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا۔اس مشورے کی صلح یہ ٹھہری کہ چونکہ انصار مدینہ کے رہنے والے ہیں اور مہاجرین مدینہ میں باہر سے آکر بسے ہیں۔اور ان میں اب کوئی صاحب وحی بھی موجود نہیں ہے تو اب انصار کو ہی یہ حق پہنچتا ہے نہ کہ مہاجرین کو کہ وہ نبی کے بعد اقتدار سنبھالیں اس کے بعد انہوں نے قبیلہ بنی خزرج سے سعد بن عبادہ کا نام پیش کیا تا کہ ان کی بیعت قبول کر لی جائے۔(۲۳)

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کی طرف متوجہ ہوئے ہی تھے کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار کے اجتماع کی خبر ملی جس کا مقصد رسول اللہ کی سیاسی نیابت کا مسئلہ حل کرنا تھا۔چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ و حضرت عبیدہ بن الجراح کے ساتھ فوری طور پر اس مسئلے کی جانب متوجہ ہوئے۔یہ ایک ایسا اہم اختلاف تھا کہ اگر اس کو فوری طور پر ختم نہ کیا جاتا تو تلوار چلنے کی نوبت آجاتی اور دین میں انتشار عظیم برپا ہو جاتا۔اس نازک صورتحال پر بھی حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بصیرت سے قابو پایا۔آپؓ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

> ''اے گروہ انصار، ہم لوگ خدا کی قسم تمہاری فضیلت کا انکار نہیں کرتے اور نہ ان تکلیفات کا جو کہ اسلام میں تم پر پہنچی ہیں۔اور نہ تمہارے اس حق کا جو ہم پر واجب ہے۔لیکن تم خوب جانتے ہو کہ قبیلہ قریش تمام عرب میں وہ مقام رکھتا ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔یہ یقینی بات ہے کہ عرب ہرگز جمع نہیں ہوں گے مگر ایسے شخص پر جو قریش میں سے ہو تو ہم امراء ہوں گے اور تم وزراء ہو گے۔تو اللہ سے ڈرو اور

اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو اور تم وہ پہلے شخص نہ بنو جو اسلام میں تفرقہ کی ابتدا کرنے والا ہو۔'' (۲۴)

پھر فرمایا:

''مجھے تمہارے لیے ان دو اشخاص میں سے ایک پسند ہے۔ خواہ وہ عمرؓ ہوں یا ابوعبیدہؓ جو اس امت کے امین ہیں۔'' (۲۵)

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''تم میں سے کون اس بات سے خوش ہوگا کہ ان قدموں کو پیچھے رکھے جنھیں رسول اللہ نے آگے بڑھایا تھا۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور دوسرے لوگوں نے بھی آپ کی پیروی کی'' (۲۶)۔ صدیق اکبرؓ کا انتخاب، استحکام خلافت کی بنیاد ثابت ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنی سادہ مزاجی اور فقر و درویشی کے کس مرتبہ پر فائز تھے۔ وہ آپ کے اس خطبے سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے بیعت خلافت کے بعد خلیفہ رسول کی حیثیت سے سب سے پہلے ارشاد فرمایا تھا:

''قسم ہے خدا کی میں نے کبھی ایک دن یا رات بھی اپنی امامت کی خواہش نہیں کی۔ نہ ہی میں اس کے لیے اپنے اندر کوئی رغبت رکھتا تھا اور نہ ہی میں نے کبھی خفیہ یا اعلانیہ اللہ سے اسے مانگا۔ اور نہ ہی امارت میں میرے لیے کوئی سامان راحت ہے۔'' (۲۷)

جہاں تک صدیق اکبر کی بیعت کا تعلق تھا نہ تو مسلمانوں نے اسے ماننے سے انکار کیا نہ کسی نے شک کیا اور نہ کسی متنفس نے اسے چیلنج کیا۔ لوگوں نے اس بیعت کو برضا و رغبت قبول کیا۔ اس موقع پر ان کے اندر ادنیٰ سا بھی کسی قسم کا خلجان یا ہیجان نہ تھا۔ یہی نہیں بعد میں ان مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ سے خیر خواہی اور خیر اندیشی کا ثبوت بھی دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی مقبولیت اور امت پر ان کے محیر العقول اثر و نفوذ اور حکم کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آپؓ نے اپنے مرض الموت میں اپنی جانشینی کے لیے حضرت عمرؓ کی سفارش فرمائی تو اس وصیت اور سفارش کو فوراً قبول کرلیا گیا۔ (۲۸)

بیعت سقیفہ بنو ساعدہ کے دوسرے روز مسجد نبوی میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت عامہ ہوئی۔ اور آپ نے بحیثیت خلیفۂ رسول جو خطبہ دیا، اس میں اپنی حکومت کی حکمت عملی کو واضح کیا۔ آپؓ نے فرمایا:

''لوگوں میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں ٹھیک رہوں تو میری مدد کرو اور اگر بری راہ اختیار کروں تو مجھے سیدھا کردو۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے، تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ جب تک میں اس کا حق اسے نہ دلا دوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے۔ جب تک میں اس سے حق نہ لے لوں۔ کوئی شخص جہاد ترک نہ کرے کیونکہ اللہ جہاد چھوڑنے والوں پر ذلت ڈال دیتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ کی

اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہوں اور جب نافرمانی کرنے لگوں تو میری اطاعت نہ کرو۔ اچھا اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے"۔(۲۹)

اس مختصر تقریر میں صدیق اکبر نے حریت و مساوات و صداقت و عدالت کو ایک ہی فقرہ میں بیان فرما دیا ہے اور دوسرے فقرے میں واضح کر دیا کہ خلافت صرف اسلام سے وابستہ ہے اگر خلیفہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے رو گردانی کرے تو اس کی اطاعت واجب نہیں۔(۳۰)

حضرت ابوبکرؓ نے زمام خلافت ایسے وقت میں اپنے ہاتھ میں لی تھی جبکہ اسلام نہایت بے چینی اور خطرہ کی حالت میں مبتلا تھا۔ اس اضطراب کی وجہ رِدّہ تھی اس ارتداد کے اسباب میں یہ امر بھی شامل تھا کہ بعض قبیلے بظاہر اسلام کے مطیع ہو چکے تھے۔ لیکن اسلام ان کے قلوب و افکار پر غلبہ حاصل نہ کر سکا تھا۔ جس وقت نبیؐ کا انتقال ہوا ان کے دماغوں میں یہ ہوا سمائی کہ نبوت کا دعویٰ کر لینا بہت آسان امر ہے۔ انہوں نے یہ بھی خیال کیا کہ ہم بذات خاص اس کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ہی اپنے قبائل سے امداد حاصل کریں۔ جن کے لوگ شمار میں قبیلہ قریش سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس لیے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تھوڑے سے قریشی تمام جزیرہ عرب پر سرداری کریں۔(۳۱)

یہ وجہ تھی جس کے باعث کئی آدمیوں نے نبوت کا باطل دعویٰ کر دیا۔ جن میں بنی اسد میں طلیحہ بن خویلد الاسدی، بنی تمیم میں سجاح اور بنی حنیفہ میں سے مسیلمہ بن حبیب وغیرہ کئی شخص تھے۔ ہر شخص نے اپنے قبیلے اور مددگاروں سے امداد حاصل کی تھی۔ گویا اضطراب و انتشار کی لہر ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی، بعض تو ان میں سے ان دعویداروں کے پیرو بن گئے تھے، اور کچھ ایسے تھے جو صرف زکوٰۃ دینے سے باز رہے۔ حالانکہ زکوٰۃ اسلام کے ابتدائی ارکان میں شامل ہے۔ اس کی حالت بعینہٖ ایسی ہے جیسی سلطنتوں میں مال کا صیغہ اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر وقت ہر جگہ سلطنتوں کے قیام کے لیے مال کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ بعض عرب قبائل اس خیال کی وجہ سے زکوٰۃ کے ادا کرنے سے رک گئے کہ انہوں نے اسے اِتَاوَہ کی قسم سمجھا جو وہ جاہلیت کے زمانے میں ادا کرتے تھے۔(۳۲)

عرب تاریخ نویس عہد صدیق میں رونما ہونے والے ارتداد کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حجاز کے باہر تمام جزیرہ نمائے عرب کے لوگ جو اسلام لائے اور پیغمبرؐ کی اطاعت قبول کر چکے تھے آپؐ کے بعد نئی حکومت سے منحرف ہو گئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آمدورفت کے وسائل اور باقاعدہ تبلیغی کوششیں مفقود تھیں۔ لہٰذا اتنی قلیل مدت اور پیغمبر اسلام کی حیات مبارکہ میں ایک تہائی سے زیادہ عرب اسلام نہ لا سکتا تھا نہ آپؐ کی اطاعت کا اقرار کر سکتا تھا۔ خود حجاز آپ کی وفات سے دو (۲) ایک سال قبل تک پوری طرح مسلمان نہ ہوا تھا۔ وفود جن کی آمد کی خبر دی گئی ہے تمام اہل عرب کے نمائندہ نہ ہو سکتے تھے۔ ان دنوں ایک قبیلے کے مسلمان ہو جانے کے معنی بھی یہ سمجھے جاتے تھے کہ صرف اس کے شیوخ اسلام لے آئیں۔(۳۳)

عرب کے کئی قبیلے یمن، یمامہ، عمان میں حکومتِ مدینہ کو زکوٰۃ دینے میں تامل کرتے تھے۔اور جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو انہیں صاف انکار کرنے کا موقع مل گیا۔حجازی صدر مقام کی روز افزوں سیادت بھی باطنی حسد کا سبب ہوئی۔مرکز گریز قوتیں جو آزاد عربی زندگی کی خصوصیات میں داخل تھیں ایک مرتبہ پھر حرکت میں آ گئیں۔اتنے مخالف عناصر جمع ہونے پر بھی حضرت ابو بکرؓ اس بات پر جمے رہے کہ اہل رِدّہ غیر مشروط اطاعت قبول کریں، ورنہ ان سے فیصلہ کن جنگ کی جائے گی۔(۳۴)

امام طبری نے روایت کی ہے کہ جب ارتداد ہوا۔تو حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

''ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے ان تمام عام و خاص لوگوں کے نام جن کیے پاس میری یہ تحریر پہنچے جو اسلام پر قائم ہوں یا اس سے روگرداں ہو گئے ہوں سلام ان پر جنھوں نے ہدایت کی پیروی کی اور ایک مرتبہ اس کو قبول کر لینے کے بعد اس سے گمراہی اور اندھے پن کی طرف نہیں لوٹے میں تم سب لوگوں کے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں ہم ان تمام چیزوں کا اقرار کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جو شخص اس کا منکر ہے ہم اس کی تکفیر کرتے ہیں اور ہم اس سے جہاد کریں گے۔(۳۵)

خدا کی قسم میں امر الٰہی پر جنگ کرنا نہیں چھوڑوں گا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کر دے۔اور وہ ہم سے اپنا وعدہ پورا کرے گا اور جو تم میں سے قتل ہو گا وہ جنتی شہید ہو گا اور جو باقی رہے گا وہ زمین میں آپؐ کی ذرّیت اور خلیفہ ہو گا۔اللہ کا فیصلہ برحق ہے اور اس کے قول کے خلاف نہ ہو گا، پھر آپ منبر سے اتر آئے۔'' (۳۶)

''اے مومنو! جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے وہ محبت کرتا ہو گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے'' اس سے مراد حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے اصحاب ہیں جنہوں نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی۔(۳۷)

حضرت ابو بکرؓ اہل تجرید کے امام اور اہل تفرید کے شہنشاہ ہیں، اہل تجرید سے مراد وہ لوگ ہیں جو معمولی سے آلائشوں سے بھی اجتناب کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔جبکہ اہل تفرید سے مراد وہ لوگ ہیں جو نہایت باریک بینی کے ساتھ غلط کو صحیح سے الگ چھانٹ دیتے ہیں۔چنانچہ منکرین زکوٰۃ کے مسئلے میں صرف ابو بکرؓ صدیق تھے۔جنہوں نے صحیح اور غلط کے درمیان حدِ فاصل کو ٹھیک ٹھیک متعین کیا ورنہ دوسرے سب اہل الرائے صحابہ متذبذب تھے کہ کلمہ گو مسلمانوں کے خلاف کیسے تلوار اٹھائی جائے جو نماز بھی ادا کرتے ہیں۔(۳۸)

بنظر غائر دیکھا جائے تو ارتداد کی صورت میں اسلام کے خلاف کئی محاذ ایک ساتھ کھل گئے تھے۔اور ریاست اسلامیہ

(جو ابھی نوزائدہ تھی) کے سامنے ایک بڑا چیلنج تھا کہ اس نازک صورتحال پر فوری قابو پا کر اپنی اور دین اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کرے۔ ایسے وقت میں یہ صرف صدیق اکبرؓ کا فہم وتدبر تھا جس کے ذریعہ انہوں نے ایسے اقدامات کیے کہ دشمنان اسلام کو اپنے مقصد میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ اسی دوران آپ نے رومیوں کے خلاف اس لشکر کی روانگی کو بھی یقینی بنایا جس کا حکم رسول اللہ اپنی زندگی میں دے چکے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی آپ سے کہا گیا اے ابو ہریرہؓ بس کیجیے۔ آپ نے فرمایا:

''رسول اللہ نے حضرت اسامہ بن زید کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجا جب آپ ذی خشب میں فروکش ہوئے تو رسول اللہ کی وفات ہوگئی اور مدینہ کے اردگرد عرب مرتد ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اکٹھے ہو کر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوبکر ان لوگوں کو واپس بلا لیجیے۔ یہ لوگ رومیوں کی طرف جا رہے ہیں اور مدینہ کے اردگرد کے قبائل مرتد ہوگئے ہیں آپؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تمام مدینہ خالی ہو جائے اور میں تنہا رہ جاؤں اور درندے اور کتے مجھے کھانا شروع کر دیں میں اس وقت بھی اسامہ اور اس کے لشکر کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس مہم پر روانہ کروں گا(۳۹)۔ اس جیش کو جسے رسول نے بھیجا ہے واپس نہیں بلاؤں گا اور نہ اس جھنڈے کو کھولوں گا جسے رسول اللہ نے باندھا ہے۔ پس آپ نے حضرت اسامہ کو بھیج دیا۔ اور جیش اسامہ کا اس حالت میں جانا بڑے مفاد میں رہا اور وہ عرب کے جس قبیلے کے پاس سے گزرے وہ ان سے خوفزدہ ہو جاتا اور لوگ کہتے کہ یہ لوگ اس لیے نکلے ہیں کہ ان کو بڑی قوت حاصل ہے''۔(۴۰)

اہل غطفان اور ان کے پیرو جان چکے تھے کہ مدینہ میں اسامہ کا چیدہ لشکر روانہ ہو چکا ہے اور یہ لشکر اسلام، شام کی جانب گامزن ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کی نیت خراب ہونا شروع ہوگئی۔ ان لوگوں نے سوچا مدینہ پر یلغار ہونی چاہیے۔ یہ غارت گری پر آمادہ لوگ اس کام کو اس طرح انجام دینا چاہتے تھے کہ انہیں کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ چنانچہ انہوں نے اچانک اہل مدینہ پر شب خون مارا۔

صدیق اکبر ان کی سرگرمیوں سے بے خبر نہ تھے۔ آپ نے مدینہ کے تحفظ کے لیے حفاظتی اقدامات کیے ہوئے تھے۔ لہٰذا ناظروں کی اطلاع پر آپ خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے مقابلے پر آئے اور انہیں شکست دی۔ اب دشمن موت اور قید کے خوف سے سرزمین عرب پر منتشر ہو چکا تھا حضرت ابوبکرؓ نے شورہ پشتوں اور غارت گروں کی زمینوں میں جا کے ان پر مسلمانوں کے گھوڑے اور اونٹ پھیلا دیے تاکہ انہیں دوبارہ پچھلے عزائم کی جرات نہ ہو۔ آپ نے طے کر لیا تھا کہ ان کا قلع قمع کر دیں گے۔ اور انہیں ایسا سبق پڑھائیں گے کہ انہیں دوبارہ مدینہ کی طرف آنکھ اٹھانے کی جسارت نہ ہو اس

دوران لشکر اسامہ فتح یابی کے ساتھ مدینہ آ چکا تھا۔لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے تمام عرب کے مرتدین سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔اس مقصد کے تحت آپ نے گیارہ فوجی قائدین کے تحت گیارہ لشکر ترتیب دیے۔ان کو عراق پر جہاد کے لیے جو ان دنوں مجموعی طور پر فارس و روم سے متعلق تھا اور جس پر فوج کشی ان دونوں عظیم الشان سلطنتوں سے ٹکر لینے کے مترادف تھی روانہ کیے۔(۴۱)

مختصر مدت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ ان کے ساتھیوں کو کامیابی عطا فرمائی۔جیسے آنحضرتؐ کے زمانے میں فرمائی تھی۔چنانچہ عرب پھر سے اسلام میں داخل ہوگئے اور زکوۃ بھی دینے لگے۔طلیحہ بھی فرار ہوا اور بعد میں مسلمان ہوگیا۔اس نے ازسرِ نو اسلام لانے کے بعد ایران کی مہم میں اعلیٰ قیادت کا ثبوت دیا۔اسی طرح مسیلمہ بھی مارا گیا اس کے ساتھی شکست کھا گئے اور مختلف مراحل کے بعد اسلام میں پھر سے داخل ہوگئے جزیرہ عرب مکمل طور پر داخلِ اسلام ہوا۔(۴۲)

یہ سب کچھ عہد صدیقی میں انجام پایا۔اگرچہ یہ دور بے حد مختصر تھا اس سے اگر کچھ ظاہر ہوتا ہے تو یہ کہ اس شدید آزمائش میں حضرت ابوبکرؓ اور ان کے ساتھی ثابت قدم رہے۔یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے اللہ کے ساتھ اپنے پیمان کو نبھایا تھا۔ان کے قلب ونظر سب اسلام میں ڈوب چکے تھے۔بقول پروفیسر حتی (Hitti) انہوں نے عرب کو مسخر کیا اور آسودگی بخشی۔(۴۳)

امیر المومنین سیدنا ابوبکر کے عہد خلافت ۱۲ھ میں فتنہ ارتداد کے فرو ہوتے ہی اسلامی افواج نے پڑوسی عراق کی جانب پیش قدمی کی اور اس وقت کی ایک مضبوط اور منظّم شہنشاہیت سے نبرد آزمائی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔اگلے سال غازیان اسلام نے عرب کے دوسرے پڑوسی ملک شام پر یلغار کی یوں ساسانی اور بازنطینی سلطنتوں سے لڑائی کا آغاز ہوا(۴۴)۔جو عہد فاروقی میں کامیابی اور فتح کی صورت میں ظاہر ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ نے عزم وثبات قلبی، ضبط نفس، اللہ پر مطلق اعتماد اور رسول اللہ سے انتہائی عمیق وفاداری دکھا کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے سب سے بڑے پیشوا امام اور مجدد تھے۔اس دور میں حضرت ابوبکرؓ کی دو صفات بہت نمایاں ہوئیں:

پہلی صفت آپ کے کامل اطمینان سے متعلق تھی اللہ کے وعدوں کے بارے میں جس میں آپؓ کو کوئی ادنیٰ سا بھی شک نہ تھا۔

دوسری صفت آپ کے اس عزم سے عبارت تھی کہ جب تک حالات پرخواہ کتنے ہی سنگین، پرپیچ اور ناگوار کیوں نہ ہوں قابو نہ پالیا جائے کوشش جاری رکھی جائے۔یہاں تک کہ منشائے الٰہی پورا ہوجائے۔(۴۵)

حضرت ابوبکرؓ کی احیائے دین کی جدوجہد مخالفین اسلام کو قطعاً برداشت نہ تھی لہٰذا وہ اس ہستی کو ختم کر کے اسلام کو کمزور کرنے میں مصروف ہوئے۔مسعودی کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کو یہودیوں نے کھانے میں زہر دے دیا تھا۔اس کھانے میں حضرت حارث بن کلاؓ بھی شریک تھے۔جو یہ کھانا کھا کر نابینا ہوگئے تھے مگر صدیق اکبرؓ پر اس زہر کا اثر ایک

سال تک رہا۔ اوراس کے اثر سے آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے پندرہ دن تک چلتا رہا اوراس مرض میں ۱۳ھ میں آپؓ نے وفات پائی (۴۶)۔لیکن اپنے سوا دو سالہ مختصر دور حکومت میں خلافت اسلامیہ کوایسی مستحکم بنیادوں پر استوار کردیا کہ آپؓ کے بعد آنے والے خلفائے اسلام نے آپ کی حکمت عملی کی پیروی کرتے ہوئے توسیع سلطنت کے ساتھ تجدید واحیائے دین کے مشن کو بھی جاری رکھا اور خلافت علی المنہاج النبوہ کی ایسی داغ بیل ڈال دی کہ عہد حاضر میں بھی اگراسی طرز پر خلافت کا قیام عمل میں لایا جائے گا تو وہ خلافت راشدہ کی صف میں شامل ہوگا۔

مراجع وحواشی

(۱) شاہ ولی اللہ۔ ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا، جلد سوم، ص۹۲، ترجمہ، مولانا اشتیاق احمد دیوبندی، کراچی: قدیمی کتب خانہ

(۲) البلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، ص۱۴۸، ترجمہ سید ابوالخیر مودودی، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۶ء

(۳) ایضاً (۴) ازالۃ الخفاعن خلاف الخلافۃ، جلد سوم، ص۲۶

(۵) حلبی، علامہ علی ابن برہان الدین، سیرت حلبیہ، جلد دوم، ص۲۱۸، ترجمہ، مولانا محمد اسلم قاسمی، کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء

(۶) الدینوری، ابن قتیبہ، المعارف، ص۱۶۰، ترجمہ، علی محسن صدیقی، کرچی: ادارہ قرطاس، ۱۹۹۹ء

(۷) ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا، جلد سوم، ص۲۶ (۸) سیرت حلبیہ، ص۲۱۹

(۹) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، ترجمہ سید محمد ابراہیم فدوی، کراچی: دارالاشاعت ۲۰۰۳ء، جلد، ص۹۳

(۱۰) ایضاً ص۹۴ (۱۱) ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا، جلد سوم، ص۳۰

(۱۲) منصور پوری، قاضی محمد سلیمان سلمان، رحمۃ اللعالمین، جلد دوم، ص۱۸۴، مکتبہ اسلامیہ

(۱۳) ابن ھشام، سیرتِ الہی (کامل)، جلد دوم، ص۲۰۶، ترجمہ، سید یٰسین علی حسن نظامی دہلوی، ادارہ اسلامیات

(۱۴) مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، جلد ششم، ص۳۲۴، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۰ء

(۱۵) ابنِ ہشام، سیرت النبی (کامل)، جلد اول، ص۱۶۵

(۱۶) ہجویری، شیخ علی، کشف المحجوب، اشاعت ہفتم ص۱۱۱، ترجمہ، میاں طفیل محمد، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۷۷ء

(۱۷) محمد بن سعد، طبقات الکبیر، ص۳۸، ترجمہ مولانا عبداللہ عمادی، حیدرآباد، دکن، جامعہ عثمانیہ ۱۹۴۴ء

(۱۸) کشف المحجوب، ص۹۱

(۱۹) طہٰ حسین، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ ص۳۸، مترجم، شاہ حسن عطا، کراچی: نفیس اکیڈمی ۱۹۷۰ء

(۲۰) ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون، جلد اول، ص۲۱۳، مترجم حکیم احمد حسین الہٰ آبادی، نفیس اکیڈمی، ستمبر ۱۹۸۶

(۲۱) ایضاً

(۲۲) حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم، ص۳۷ (۲۳) ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا، جلد سوم، ص۹۶

(۲۴) ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، مترجم حافظ رشید احمد ارشد، کراچی: دائرہ معین المعارف، ۱۹۷۰ء، جلد سوم، ص۳

(۲۵) ایضاً (۲۶) کشف المحجوب، ص۱۱۶

(۲۷) طہٰ حسین، حضرت ابوبکر وفاروقِ اعظم، ص۴۷ (۲۸) ابن خلدون، ص۲۲۳

(۲۹) عباداللہ اختر، خواجہ، صدیقِ اکبر، ص۸۶، لاہور: مطبوعہ اسلام پرسٹم پریس

(۳۰) جرجی زیدان، علامہ، تاریخِ تمدن اسلامی، ص۷۹۔۸۷، ترجمہ محمد حلیم انصاری رودولوی، کراچی: شیخ شوکت علی اینڈ سنز، ۱۹۶۴ء

(۳۱) ایضاً

(۳۲) حتی، پروفیسر فلیپ، تاریخ ملت عربی، ترجمہ، سید ہاشمی فرید آبادی، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۲۱۴ (۳۳) ایضاً

(۳۴) ابن کثیر دمشقی، علامہ ابوالفداء عماد الدین، البدایہ والنہایہ، جلد ششم، ص۵۵۔۵۴، کراچی: نفیس اکیڈمی، کراچی

(۳۵) طبری، جلد۲، ص۴۸۱ (۳۶) کشف المحجوب، ص۱۱۰ (۳۷) ایضاً

(۳۸) البدایہ والنہایہ، جلد ششم، ص۱۱۴۳۔۱۱۴۲ (۳۹) طبری، جلد دوم، ص۴۶۱

(۴۰) ڈاکٹر طٰہٰ حسین، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم، ص۶۰۔۵۹ (۴۱) ایضاً، ص۴۶

(۴۲) ایضاً، ص۶۷

(۴۳) فلپ حتی، تاریخ شام، ص۳۴۴، ترجمہ غلام رسول مہر، کراچی: شیخ شوکت علی اینڈ سنز، ۱۹۶۸ء

(۴۴) بغدادی، ابومنصور عبدالقادر محمد، الفرق بین الفرق، ص۲۱، ترجمہ علی محسن صدیقی، کراچی: ادارہ قرطاس

(۴۵) ڈاکٹر طٰہٰ حسین، حضرت ابوبکر اور حضرت فاروق اعظم، ص۶۴

(۴۶) المسعودی، ابوالحسن بن حسین بن علی، مروج الذھب ومعادن الجوہر، جلد، ص۲۳۵، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۵ء